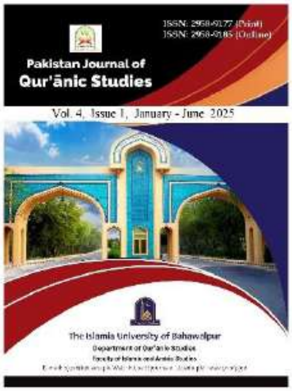

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies

ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185

Vol. 4, Issue 1, January – June 2025, Page No. 15 - 30

HEC: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089226#journal_result

Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs

Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/243

Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/3896

Publisher: Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title **A Study of Wāel Hallaq on Quranic Legislation**

Author (s):

Dr. Hafiz Saeed Ahmad
Director Institute of Orientalism, Mianwali.
ioorientalism@gmail.com

Tuba Gull
Visting Lecturer, University of Mianwali.
raviantubagul@gmail.com

Received on: O4 May, 2025
Accepted on: 05 June, 2025
Published on: 26 June, 2025

Citation: Dr. Hafiz Saeed Ahmad, and Tuba Gul. 2025. “ وائل حلاق کا قرآنی قانون سازی پر مطالعہ : A Study of Wāel Hallaq on Quranic Legislation”. *Pakistan Journal of Qur’ānic Studies* 4 (1):15 = 30. https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/3896.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

وائل حلاق کا قرآنی قانون سازی پر مطالعہ

A Study of Wāel Hallaq on Quranic Legislation

Dr. Hafiz Saeed Ahmad

Director Institute of Orientalism, Mianwali. ioorientalism@gmail.com

Tuba Gull

Visting Lecturer, University of Mianwali. raviantubagul@gmail.com

Abstract:

In the modern era of intellectual evolution and legal expansion, Islamic law has increasingly garnered scholarly attention, particularly its foundational relationship with the Qur'an. Orientalists have often critiqued the Qur'an's legal role, questioning the coherence, compilation, and legislative nature of its verses. Wāel Ḥallāq emerges as a prominent contemporary voice countering both traditional Muslim narratives and Western academic critiques. He proposes a "third way" of understanding Islamic law—one that respects the Qur'anic textual sanctity while applying critical scholarly inquiry.

Ḥallāq asserts that the Qur'an was considered a source of law even during the early Meccan period, challenging the Orientalist claim that its legal function developed only after Hijra. While acknowledging that the Qur'an contains a relatively limited number of strictly legal verses (approximately 500), he emphasizes that its broader ethical and societal directives carry significant legal implications. His study highlights that Qur'anic legislation was inherently intertwined with evolving social realities, aiming for a balanced, principled transformation rather than abrupt structural disruption.

This paper critically examines how Ḥallāq addresses misconceptions about Qur'anic legislation, especially in comparison to Orientalist narratives, and explores the methodological framework of his "third way." It further analyzes the Qur'an's legal verses across domains such as inheritance, contracts, marriage, punishment, and governance—demonstrating that Islamic law is deeply rooted in divine revelation while remaining flexible to contextual interpretation. Ultimately, Ḥallāq's contribution affirms the Qur'an as both a moral and legal guide, transcending simplistic dichotomies.

Keywords: *Wāel Ḥallāq, Orientalists, Law, Quran, Formative period.*

Article Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/3896

تمہید:

عصر حاضر میں ہر شعبہ حیات میں تبدیلی کا عمل جاری ہے، اسی تبدیلی کی وجہ سے قانون کا دائرہ کار بھی وسیع ہو گیا ہے۔ اور کوئی شعبہ ایسا نہیں رہا جس میں قانون سازی جاری نہ ہو، چاہے سیاست کا میدان ہو یا معیشت کا، معاشرتی پہلو ہو یا ثقافتی وغیرہ، اسی وجہ سے قانون کی اہمیت ہر لحاظ سے بڑھ گئی ہے۔ جب ہم اسلام کے قوانین کا دیگر قوانین سے تقابلی مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا تصورِ قانون دیگر تمام قوانین سے زیادہ بہتر ہے اور مؤثر ہے کیونکہ اس قانون میں استقلال اور تغیر کے دونوں پہلو موجود ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہؒ اسلامی قانون کی اہمیت وافادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کون سا ایسا شعبہ حیات ہے جس سے قانونِ اسلامی بحث نہ کرتا ہو اور اس کے بارے میں رہنمائی نہ دیتا ہو۔ بعض اوقات اسلامی قانون کا موازنہ رومن لاء سے کیا جاتا ہے اور کبھی کبھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسلامی قانون جسٹینین (جو نبی آخر الزماں ﷺ کی ولادت باسعادت سے چار پانچ برس پہلے فوت ہوا تھا) نے اس کا جو مجموعہ مرتب کرایا تھا وہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ سمجھا جاتا ہے اور یہ مجموعہ بھی عبادات و دینی امور کے ذکر سے خالی ہے"[1]

اسی وجہ سے حلقہ استشراق نے اس قانون کا تفصیلی مطالعہ کیا اور اس کے مختلف پہلوؤں جائزہ لیا ہے۔

اسلامی قانون کا ماخذِ اول قرآن مجید رہا ہے، اور اسی وجہ سے اس عظیم کتاب پر استشراق سے متعلق اسکالرز کا سلسلہ تحقیق بہت پرانا ہے۔ اس کے مختلف پہلوؤں کو جائزہ لیا گیا۔ اور ہر جائزہ کا پسِ منظر مفروضوں کی بنیاد پر عمارت تعمیر کرنا رہا ہے بعض مستشرقین نے اس کی اثباتی پہلو بھی واضح کیے لیکن اکثریت نے اس کے منفی پہلو بیان کرنے کی کوشش کی۔ اور ان مغربی اسکالرز نے قرآن مجید کا محفوظ نہ ہونا اور اس کی جمع و تدوین کا ایشو، اس کی ترتیب کا منتشر ہونا، ناسخ و منسوخ کی بحث، مختلف مصاحف کے مابین اختلاف کا پایا جانا، قرات کا اختلاف ہونا، عہد رسالت مآب ﷺ میں سرکاری نسخے کی عدم دستیابی، عہد ابو بکر رضی اللہ عنہ میں مصحف کا سرکاری سطح پر تیار ہونے کے باوجود صحابہ کے ذاتی مصاحف کی موجودگی، مصحف عثمانی کے علاوہ دیگر مصاحف کا نذرِ آتش کر دینا، اور مصحف عثمانی اور صحابہ کے نسخوں کے مابین اختلاف کا پایا جانا وغیرہ جیسے پہلوؤں پر کام کیا۔

مستشرقین نے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حدیث، تاریخ، تصوف، اور عربی ادب وغیرہ پر کام کیا، جہاں ان تمام میادین پر انہوں نے دادِ تحقیق دی وہاں انہوں نے قرآن مجید کے فقہی و قانونی پہلو پر بھی کام کیا اور اعتراضات وارد کیے۔

---

[1] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، (اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی، 1997، ص186

قرآن کے بارے میں مستقل کلام کرنے والے مستشرقین میں نولدیکے، بلاشیر، آرتھر جیفری اور گولڈ زیہر کافی مشہور ہوئے، کئی مستشرقین نے ضمنی نوعیت کا کلام کیا, جن میں ہرالڈ موٹسکی، کولسن، گوئٹن اور ان میں جوزف شاخت بھی شامل ہے، موجودہ دور میں جوزف شاخت پر نقد کرنے والے مغربی اسکالرز میں وائل حلاق کا نام سرفہرست ہے۔

وائل حلاق نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اسلام کے قانون کے بارے میں پھیلائی گئی غلط فہمیوں کو دور کرے گا[2] اس کے علاوہ اس نے یہ بیانیہ قائم کیا: وہ روایتی مسلم دنیا کے علمی بیانیہ بھی اختلاف کرتا ہے اور مغربی علمی دنیا سے بھی۔ ایک نیا بلکہ تیسرا طریقہ وضع کیا ہے[3] زیرِ نظر مقالے میں ہم اس مقدمہ کا تجزیہ کریں گے کہ اس نے اسلامی قانون کے مصدرِ اول قرآن مجید میں مذکورہ قوانین کے ضمن میں کون سی غلط فہمیوں کو دور کیا اور کون سا تیسرا طریقہ دریافت کیا جس نے مسلم دنیا میں اپنے اثرات مرتب کیے۔

انسان ایک معاشرتی حیوان ہونے کے ناطے اجتماع کو پسند کرتا ہے اور مل جل کر رہنا اس کی سرشت کا حصہ ہے۔ ماہرین فلسفہ کے مطابق خاندان اور قبیلے کے وجود کے ساتھ ہی قانون کا تصور ابھرا کیونکہ افراد اور خاندان نے طمع اور خود غرضی کے محرکات کے تحت ایک دوسرے کے حقوق پر دست درازیاں کیں اور حفاظت حقوق کے فطری جذبے نے لوگوں کے اندر قانون کی ضرورت کا احساس پیدا کیا۔ خاندانوں اور قبیلوں کے رسم ورواج نے اس قانون کے لیے مواد فراہم کیا اور خاندان کے بزرگ یا شیخِ قبیلہ نے جس عرف ورواج کو چاہا اپنے حکم کے ذریعہ سے قانون کا درجہ دے دیا۔[4]

قانون کسی بھی سیاسی نظام میں جڑ کی حیثیت رکھتا ہے اس کے بغیر سیاسی نظام کا تصور بھی محال ہے۔ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں: " قانون سے مراد انسان کے حقوق وفرائض کا علم ہے۔ یہ چیزیں کبھی عملدرآمد اور رسم ورواج سے وجود میں آتی ہیں، کبھی حکومت کے فیصلے سے، تو کبھی استنباط اور قیاس کے باعث۔ اس معنی میں قانون اتنا ہی قدیم ہے جتنا انسانی سماج۔ بنی نوع انسان میں افراد کا فرق، گروہوں کے فرق میں؛ اور گروہوں کا فرق، ان کے قوانین کے فرق میں منعکس ہوتا ہے۔

[2] An Introduction to Islamic Law, p

[3] A History of Islamic Legal theory, p

[4] اصلاحی، امین احسن، مولانا، جدید اسلامی ریاست میں قانون سازی اور مسائل، لاہور، دارالتذکیر، 2005، ص12

ہر انسانی گروہ ماحول یا تاریخی اسباب سے کسی نہ کسی چیز پر زیادہ زور دیتا ہے، اور اسی بنا پر اس خاص مسئلے میں زیادہ ممتاز نتائج حاصل کرتا ہے۔ قانون کی ضرورت ہر انسانی گروہ کو رہی ہے، چین ہو کہ ہندوستان، عراق ہو کہ ایران، مصر ہو کہ یونان، امریکا ہو کہ افریقا، کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں رہا ہے اور ہر گروہ نے قانون میں ترقی کی ہے۔[5]

جاہلی دور میں عرب کا نظام قبائلی سطح پر چلتا تھا، اس میں کوئی باضابطہ نظامِ حکومت نہیں پایا جاتا تھا۔ اور خانہ جنگی کی وجہ سے کمزوری کا شکار ہو گئے تھے۔ اور لڑائی جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لیے کوئی فیصلہ کن طاقت نہیں ہوا کرتی تھی۔

علامہ احمد امین المصری لکھتے ہیں:

"یہ حکام کسی مدون قانون یا مشہور قواعد وضوابط کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے تھے بلکہ وہ فیصلوں میں اپنے عرف اور رسوم ورواج کی طرف رجوع کرتے تھے جو کبھی ان تجربات پر مبنی ہوتے تھے جو یہودیت کے راستہ سے ان تک پہنچ گئے تھے۔ اس جاہلی قانون کا جو عرف اور رسم ورواج پر مبنی ہوتا تھا، کوئی معاوضہ مقرر نہیں تھا۔ فریقین اس پر بھی مجبور نہیں تھے کہ وہ فیصلہ کے لیے ضرور کسی کے پاس جائیں اور اس کے فیصلے کو مانیں۔ اگر وہ فیصلے کے لیے کسی کے پاس چلے جائیں تو فبہا ورنہ کوئی بات نہیں تھی۔ اگر فیصلہ صادر ہو جائے تو فریقین کا جی چاہے تو اسے تسلیم کر لیں، جی نہ چاہے تو تسلیم نہ کریں۔ فیصلہ تسلیم نہ کرنے کی صورت میں بجز اس کے کہ قبیلہ کی ناراضگی برداشت کرنا پڑتی تھی اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔"[6]

امین المصری لکھتے ہیں:

"۔۔۔مکہ اسلام سے پہلے اپنے نظام حکومت میں کافی ترقی کر چکا تھا جس کا ایک شعبہ قضا بھی تھا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ مکہ میں دس خاندانوں پر دس خدمات بٹی ہوئی تھیں۔ مثلاً دربانی کعبہ، سقایہ، مہمان نوازی، شوریٰ اور علم برداری۔ ان خدمات میں ایک خدمت ایسی بھی تھی جو قضاء سے تعلق رکھتی تھی اور زمانہ جاہلیت میں وہ ابو بکر کے حوالے تھی۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ ابو بکر کے ذمہ مالیاتی چیزیں تھیں یعنی خون بہا اور تاوان وغیرہ۔"[7]

مدینہ منورہ میں اسلام سے پہلے تشریع اور قانون سازی بہ نسبت دوسری جگہوں کے کسی قدر ترقی یافتہ صورت میں پائی جاتی تھی کیونکہ یہاں کے عرب یہودیوں کے ساتھ کافی اختلاط رکھتے تھے اور یہودیوں کے پاس تورات اور اس کی شرحیں

---

[5] حمید اللہ، ڈاکٹر، تاریخ قانون میں مسلمانوں کا حصہ، نگارشاتِ ڈاکٹر حمید اللہ، لاہور، بیکن بکس، 2013، ص477

[6] مصری، احمد امین، فجر الاسلام، (مترجم) عمر احمد عثمانی، لاہور، دوست ایسوسی ایٹس، 2003، ص282

[7] ایضاً، ص283

موجود تھیں جن میں احکام اور قوانین پائے جاتے تھے اور مدینہ کے لوگ عام حالات میں یہودی قانون کی پیروی کیا کرتے تھے۔[8]

قرآنی قانون سازی

سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن قانون کی کتاب ہے یا اخلاق کی یا دونوں کا مجموعہ ہے۔ کیا اس میں اخلاقی تعلیمات زیادہ ہیں یا قانون کے احکامات زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اگر قانون کی کتاب ہے یا اس میں قانون کے بارے میں احکامات زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں؟ اگر قانون سے متعلق کتاب ہے تو اس کو قانونی مقام کب حاصل ہوا؟ کیا مکی زندگی کے ابتدائی دور میں اس کو قانونی کتاب ہونے کا مقام مل گیا تھا یا ایسا بعد کے دور میں ہوا؟ بعد کے دور سے مراد مدنی دور ہے یا خلفائے راشدین یا بنو امیہ کے دور میں؟ اگر یہ قانونی نوعیت کی کتاب ہے تو اس میں فقہی اور قانونی نوعیت کی آیات کی تعداد کتنی ہے؟ پانچ سو مخصوص ہیں؟ یا اس میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے؟ ذیل میں انہیں سوالات کا پیشِ نظر رکھتے ہوئے وائل حلاق کے نظریات کا جائزہ لیا جائے گا کہ اس نے مغربی علماء یا مستشرقین کی پھیلائی گئی غلط فہمیوں کو کس طرح دور کرنے کی کوشش کی یا اس نے روایتی مسلم دنیا اور مستشرقین کے مابین کس طرح تیسرا راستہ دریافت کیا ہے؟

سوال:

قرآن: قانون واخلاق کا موضوع؟

قرآن کو قانونی مقام حاصل ہوا؟

احکامات پر مبنی آیات کی تعداد؟

قرآن: قانون واخلاق کا موضوع

اخلاق کا تعلق باطن سے ہے اور قانون کا ظاہر سے ہے۔ اور قانون کا ماخذ کیا ہے، اور علمی دنیا میں ان کی حیثیت کیا ہے؟ یہ سوالات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اسلام ایک الہامی مذہب ہے اور اس کا ماخذ وحی ہے، اور اس کو انسانی کاوش سے پاک رکھا گیا ہے کیونکہ انسانی کاوش میں غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے۔ جبکہ وحی کسی بھی قسم کے سقم یا نقص سے پاک ہے۔ قانون کے ماخذ میں قرآن مجید کو اولین حیثیت حاصل رہی۔ اس کے بعد سنت نبوی ﷺ کا مقام حاصل ہے۔ وائل حلاق نے قرآن اور قانونکے باہم ربط کو واضح کیا ہے کہ بنیادی طور پر یہ الہامی کتاب ہے لیکن اس کے باوجود مذہبی اور اخلاقی حیثیت رکھتی

[8] فجر الاسلام، ص284

ہے۔اوراس میں قانون سازی کا کچھ حصہ بھی ہے۔اس کے پیغام پر غور کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پیغمبر کی واضح طور پر یہ خواہش تھی کہ ایک نئے دین کی بنیاد رکھیں، لیکن عملی لحاظ سے اس دور میں مروجہ سماجی رسومات اور اداروں کو ختم نہیں کر سکتے تھے۔ قرآن میں بہت ساری اخلاقی نوعیت کی تعلیمات ہیں، ان میں بہت سارے قیاسی نوعیت کے احکامات ہیں۔مثال کے طور پر منتخب مسائل سماجی رسومات کے معاملات، زکوۃ، جائیداد اور یتیموں کے معاملات، وراثت، سود، شراب کا استعمال، شادی، طلاق، جنسی تعلقات، بلوغت، چوری اور قتل وغیرہ کے بارے میں قانون سازی متعارف کروائی گئی۔[9]

حلقہ استشراق نے قرآن کو قانون کا ماخذ ہونے کے حوالے سے تحقیقات کیں اور یہ نتائج پیش کیے کہ یہ ایک اخلاقی اور مذہبی نوعیت کی کتاب ہے بعد کے ادوار میں اس کو قانون اور شریعت کی بنیاد بنایا گیااور مکی دور کا مطالعہ اس کی شہادت دیتا ہے کہ اس میں ایمان اور اخلاق کی تعلیم پر ہی زور دیا جاتا تھااور وائل حلاق نے اپنے ابتدائی ادوار کے کام میں اس نظریے کی تھوڑے ردوبدل کے ساتھ توثیق کی۔وائل حلاق قرآن کے بارے میں لکھتا ہے:

(۱) قرآن مذہبی اوراخلاقی ہدایات کی بنیادی کتاب ہے

(2)پیغمبر کی واضح طور پر یہ خواہش تھی کہ ایک نئے دین کی بنیاد رکھیں

(3)مروجہ سماجی رسومات اور اداروں کو ختم نہیں کر سکتے تھے

(4)مکمل نہیں بلکہ منتخب مسائل میں قانون سازی ہوئی

(5) قانونی اور قیاسی نوعیت کے احکامات

(6)جن مسائل میں قانون سازی متعارف کروائی گئی:

زکوۃ، جائیداد،وراثت،سود، شراب،عائلی اور حدود کے قوانین[10]

وائل حلاق کے خیال میں قرآن مجید مکی دور کے اوائل میں بھی اسلامی قانون کا ماخذ رہا ہے اور اس کے لیے بڑے زبردست دلائل اور شواہد موجود ہیں[11]لیکن وائل حلاق اس معنی میں مکی زندگی میں اس کو ماخذ اول نہیں سمجھتا جس طرح ایک مسلمان اس کتاب کو قانون سازی کے میدان میں تدریجی پہلو سے دیکھتا ہے۔وائل حلاق قرآن مجید کے قانونی پہلو کے بارے

---

[9] History (Hallaq), pp3,4

[10] ibid, p 3,4

[11] Groundwork of the Moral Law: A New Look at the Qurʾān and the Genesis of Sharīʿa Author(s): Wael B. Hallaq Source: Islamic Law and Society, Vol. 16, No. 3/4 (2009), p 272

میں قرآن مجید کی حیثیت کو اس طرح بیان کیا کہ روایتی مسلمان اور جدید دانشور اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ اس الہامی کتاب میں 500 کے قریب آیات فقہی اور قانونی نوعیت کی ہیں۔ مسلم فقہاء اور جدید اسکالرز اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن میں پانچ سو قانونی نوعیت کی آیات پائی جاتی ہیں۔ اگر قرآن میں مذکور تمام آیات کا تقابل کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ تھوڑی آیات قانونی مسائل پر بحث کرتی ہیں اس سے بہت غلط تاثر ملتا ہے کہ قانونی معاملات میں قرآن خود اپنی بات کو مکمل اور ہو بہو بیان کرتا ہے[12]

مذکورہ بالا 500 آیات کے قانونی پہلو اور قرآن کے دیگر حصے کے درمیان ربط پیدا کرتے ہوئے علماء و محققین نے تدریج کے پہلو سے گفتگو کی ہے کہ قرآن مجید تئیس سال کے عرصے میں نازل ہوتا رہا اور اس نے اس دور کی معاشرت، معیشت، ثقافت، قانون اور عقائد واخلاق الغرض ہر پہلو کو کسی نہ کسی انداز میں پیش کیا اور اس کے نقائص واضح کیے اور وحی کی روشنی میں بہتر حل پیش کیا اور اس کو صرف پانچ سو قانونی نوعیت کی آیات سے متعلق پیش کرنا قرآن مجید کے مطالعے کا ناقص پہلو ہے بلکہ اس کو مجموعی طور پر دیکھا جائے اور وائل حلاق قرآن کے ضمن میں اپنے مؤقف کو یوں بیان کرتا ہے:

Whatever the Quran says about an event or an idea during the Prophet's lifetime, I take to be an authentic representation of that event or idea.[13]

قرآن مجید عہدِ رسالت مآب ﷺ میں نازل ہوا، اس میں وہ تمام واقعات مذکور ہیں جو اس دور میں رونما ہوتے رہے ،اسی لیے اس میں پیغمبر ﷺ کی زندگی کا جو واقعہ بیان ہو گا میں اس کو درست تسلیم کروں گا۔

مغربی علمی دنیا نے آخری الہامی کتاب کے بارے میں قانونی حیثیت کے لحاظ سے فروتر ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ اور وائل حلاق نے نے لکھا:

the Quran is the most sacred source of law, embodying knowledge that --- God had revealed about human beliefs, about God himself, and about how the believer should conduct himself or herself in this world.[14]

---

[12] ibid, pp3,4

[13] A history of Islamic legal theories, p 2

[14] Introduction (Hallaq), p16

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات مترشح ہو رہی ہے کہ قرآن مجید قانون کا ایک مقدس ذریعہ ہے اور اس میں یہ سارا علم موجود ہے جو خدا نے وحی کیا ہے۔ عقائد، خود خدا کے وجود کے بارے میں اور انسانوں کے باہم تعلقات کے معاملات۔

اوپر بیان کردہ اقتباس سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ قانون کے ماخذ ہونے کے لحاظ سے قرآن ایک قابل عزت مقام رکھتا ہے اور اس میں وہ تمام علم پایا جاتا ہے جو اللہ نے انسانوں کو دیا ہے یعنی عقائد کے بارے میں اور وجود باری تعالیٰ کے بارے میں اور انسانوں کے باہم معاملات۔

قرآن کو قانونی مقام کب حاصل ہوا؟

مستشرقین نے قرآن مجید پر مختلف نوعیت کے اعتراضات وارد کیے، ان میں اہم ترین نکتہ اس کے احکامات میں ارتقاء اور تدریج کا پایا جانا ہے، ان کے خیال میں ابتداء میں اس کو قانونی سطح پر کوئی خاص حیثیت حاصل نہ تھی بلکہ ہجرت کے پانچویں سال کے بعد اس کو قانونی حیثیت حاصل ہوئی۔ وائل حلاق اس تصور سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس کے خیال میں ابتدائی مکی دور ہی میں اس آخری الہامی کتاب سے قانون اخذ کیا جاتا تھا۔ اسلامی قانون بطور قرآنی قانون کے اسلام کے آغاز میں پایا جاتا تھا اور نبی ﷺ کے زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد بطور قانون کے جاری وساری رہا۔[15]

مستشرقین نے قرآن میں ارتقاء اور تدریج کے نکتے کو واضح کرنے کے لیے یہ نکتہ اٹھایا کہ 5 ہجری کے بعد قرآن کو قانونی مقام حاصل ہوا، لیکن وائل حلاق نے اس تصور کو رد کیا اور لکھا کہ ابتدائی مکی دور میں قرآن کو قانونی مقام حاصل ہو گیا تھا۔ وہ لکھتا ہے:

بڑے مضبوط دلائل موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن شریعت کے لیے ایک غیر متنازعہ اور بنیادی مصدر کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ حیثیت اس کو مکی دور کے پہلے نصف میں حاصل ہو گئی تھی۔[16] اس پر کوئی حیرانی نہیں ہونی چاہیے کہ پیغمبر ﷺ کی زندگی کے آخری سالوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ قانون سازی کے میدان میں دلچسپی لینا پسند کرتے ہیں

---

[15] Origins (Hallaq), p55

[16] Hallaq, Wael, Groundwork of the Moral Law: A New Look at the Qur'an and the Genesis of Shari'a, Islamic Law and Society, 16, no ¾ ,2009,p 272

۔اس سے نئے مذہب کی آزادی اور یونیک ہونے کا پتہ لگتا ہے۔[17] ابتدائی شریعت کی تشکیل کے لیے قرآن کے قانونی اور عدالتی کردار کو سمجھنے کے لیے ہمیں قرآن مجید کے اخلاقی اور قانونی تصورات کے نظام سے آگاہی حاصل کرنا ہو گی۔[18]

قرآن مجید نے بعد کے ادوار میں اپنا کردار ادا کیا۔ نا صرف اخلاقی کردار کی تعمیر کے لیے بلکہ قانونی میدان میں بھی اس سے رہنمائی لی جاتی رہی وہ لکھتا ہے کہ قرآن کی روح کے مطابق پیغمبر کے کردار کے مخفی پہلوؤں کو سمجھا گیا جس کے لیے خود اس نے اپنا کردار ادا کیا، عمر اول نے ریاستی انتظامیہ، خاندان، جرم اور رسم ورواج کے قوانین پر مشتمل آرڈیننس جاری کیے۔[19]

احکامات پر مبنی آیات کی تعداد:

قرآن مجید حیاتِ انسانی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں اصولی سطح پر رہنمائی کرتا ہے۔ انفرادی سطح سے لے اجتماعی سطح تک کے تمام ایشو اس میں زیرِ بحث لائے جاتے ہیں۔ مغربی علمی دنیا میں اس کتاب کو قانون کی روایتی نوعیت کی کتاب سمجھا گیا۔ جیسا کہ دور جدید میں قانون کے ہر موضوع پر الگ الگ نکات درج ہوتے ہیں۔ قانونی اسکالرز نے اس کتاب میں مذکورہ 500 آیات کو قانون کے متعلق خاص کر دیا۔۔ وائل حلاق نے بھی انہی کی موافقت کرتے ہوئے لکھا ہے: مسلم فقہاء اور اسکالرز اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن میں پانچ سو قانونی نوعیت کی آیات ہیں۔ قرآن کے پورے ذخیرے کا تقابل کیا جائے تو بہت قلیل نوعیت کی آیات قانون سے متعلق ہیں۔ اس سے بہت غلط تاثر ملتا ہے کہ قانونی معاملات میں قرآن خود اپنی بات کو مکمل اور ہو بہو بیان کرتا ہے۔[20]

وائل حلاق نے قرآن کے بارے میں اپنے موقف کو ان چند لفظوں میں سمیٹ دیا ہے وہ لکھتا ہے: قرآن پیغمبر کی زندگی میں ہی نازل ہوا اور یہ ان واقعات اور خیالات کا پرتو ہے جو اس عہد میں واقع ہوئے۔ اسی لیے قرآن پیغمبر کی زندگی میں جو واقعہ یا خیال پیش کرے، میں اس کو صحیح تسلیم کروں گا۔[21]

Origins (Hallaq), p 22[17]

Hallaq, Wael, Groundwork of the Moral Law: A New Look at the Qur'an [18] and the Genesis of Shari'a, Islamic Law and Society, 16, no ¾ ,2009,p 259

Origins (Hallaq), p 32[19]

ibid, pp3,4[20]

History (Hallaq), p 2[21]

کیا قرآن قانون کی کتاب ہے؟

وحی انسانی زندگی سے متعلق رہنمائی کے لیے اہم دستاویز کا درجہ رکھتی ہے۔ اور اس کا بنیادی پیغام انسانی زندگی کو منظم اور مربوط سطح پر استوار کرنا رہا ہے اور اس دور میں قانون کے ذریعے سے انسانی زندگی کو منظم کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید منظم اور مضبوط معاشرے کا خواہاں ہے۔ لیکن مغربی اسکالرز اس کتاب کے اس کردار کو تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے نزدیک یہ ایک اخلاقی اور مذہبی نوعیت کی دستاویز ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے اس کتاب کے موضوعات میں تنوع پایا جاتا ہے اور اس کو عام کتب کی طرح ترتیب نہیں دیا گیا جیسا کہ فقہی نوعیت کی کتابیں ہوتی ہیں یا قانون کی کتب کی طرح اس کی ضابطہ بندی کی گئی ہے۔ بلکہ اس کی ترتیب ہی اس کو دیگر کتب سے ممتاز مقام عطا کرتی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

جو شخص قرآن کا مطالعہ فقہی اور قانونی نقطہ نظر سے کرنا چاہے اسے سب سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ قرآن مجید قانون اور فقہ کی کتابوں کی طرز پر مرتب نہیں ہے بلکہ اس کی ترتیب ایک دوسرے اصول پر مبنی ہے۔ اس کے اندر عقائد، ایمانیات، اخلاق، موعظت، قصص اور امثال سب ملے جلے بیان ہوتے ہیں۔ ان مختلف اقسام کی چیزوں کے اندر سے ان چیزوں کو چھانٹنا جو قانونی قدر و قیمت رکھتی ہے اور ان کا صحیح درجہ متعین کرنا ہر شخص کے بس کا کام نہیں ہے یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جو قرآن کے ان سارے پہلوؤں سے واقف ہو اور دین میں ان میں سے ہر چیز کا جو مقام ہے اس کو جانتا ہو۔ قرآن کا لفظ لفظ دریائے معانی ہے اور قانون میں ایک ایک نقطے اور ایک ایک شوشے کی جو اہمیت ہوتی ہے وہ معلوم ہے، جو شخص قرآن کے ان رنگارنگ جلوؤں میں امتیاز نہ کر سکتا ہو اور اس کے ایک ایک لفظ کا پورا پورا حق ادا نہ کر سکتا ہو اور اس کے لیے اس سے قانون اخذ کرنا اور اس کے حدود کو صحیح صحیح متعین کرنا ناممکن ہے[22]

فقہاء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ قرآن مجید تشریع اسلامی کا مصدر اول ہے۔ اس ضمن میں بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ صرف قرآن مجید ہی اصل مآخذ ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز تشریع اسلامی کا مصدر اور سرچشمہ نہیں بن سکتی۔ البتہ دیگر اصول اس مصدر اصلیہ کی توضیح و تشریع کرتے ہیں یا اس کے بنیادی اصول سے فروعی احکام کا استنباط کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ اپنا بنیادی تصور قرآن مجید ہی سے حاصل کرتے ہیں۔

عہدِ رسالت ﷺ میں صحابہ کی قرآن میں دلچسپی کے واقعات مسلمانوں کے لٹریچر میں بھرے پڑے ہیں کیونکہ وہ اس کو براہِ راست اللہ کا کلام تصور کرتے تھے اور وہ وحی کی کیفیت سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔

---

[22] جدید اسلامی ریاست میں قانون سازی اور مسائل، ص:42

قرآن حکیم مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔ اور یہ جامعیت اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ اس میں کلیات بیان ہوئے ہوں۔ کیونکہ شریعت اس کے نزول کے بعد کامل ہو گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ " یہ معلوم ہے کہ نماز زکوٰۃ جہاد اور اس کے مشابہ کے سارے احکام قرآن میں نہیں بیان کیے گئے، ان کو سنت نے بیان کیا ہے اسی طرح نکاح معاملات، قصاص، حدود اور دوسرے معاملات کے تفصیلی احکام قرآن نے نہیں بیان کیے، وہ احادیث میں ہیں۔

قرآن حکیم چونکہ سلسلہ ہدایت کا آخری ایڈیشن ہے اس بناء پر اس کی تعلیمات و تفہیمات کا ہر دور اور ہر زمانہ میں یکسانیت کے ساتھ پایا جانا لازمی تھا۔ یہ بات اسی صورت میں ہو سکتی تھی کہ ہر شعبہ زندگی کے حدود اربعہ بتا کر اس کے خطوط کھینچ دیے جاتے، سرحد پر سنگ نشاں کھڑے کر دیے جاتے اور ان میں رنگ بھرنے کا کام حال و زمانہ کی ضرورتوں اور تقاضوں پر چھوڑ دیا جاتا اور ہر دور میں بتائی ہوئی حکمت عملی کے مطابق متعینہ حدود خطوط پر عمارت کی تعمیر ہوتی رہتی، اس طرح دائرہ کے نقطہ کی طرح قرآنی اصول و کلیات اور اوامر و نواہی اپنی جگہ ثابت و قائم رہتے اور اس کی تعبیر، نیز عملی شکلیں ارتقاء پذیر معاشرے کے ساتھ بدلتی رہتیں اور اگر بالفرض ابتداء ہی میں ساری جزئیات بیان کر دی جاتیں اور عملی شکل کے سارے خاکے تیار کر دئے جاتے تو ایک تو اس کی دستوری پوزیشن باقی نہ رہتی دوسری بڑی بات یہ ہوتی کہ اس کی دوامی اور عالمگیر حیثیت ختم ہو کر ساری تعلیم مخصوص زمانہ تک ہی محدود ہو جاتی اور پھر اس میں جمود و تعطل پیدا ہو کر ارتقاء پذیر معاشرے کو سمونے اور اقتضاء و مصالح کو جذب کرنے کی ساری صلاحیتیں ختم ہو جاتیں۔[23]

قرآنی احکام کی تقسیم

معاشرتی اور سماجی حالات کے لحاظ سے قرآنی تصریحات دو بڑے حصوں میں تقسیم ہیں۔

1) قوم ابھی ابتدائی مرحلے سے گزر رہی تھی۔ نہ اس کی ٹھیک تنظیم ہو پائی تھی اور نہ اس کا اخلاقی شعور بیدار ہوا تھا۔ ایسی حالت میں صرف چند بنیادی عقائد و اعمال کی ضرورت تھی جو بڑی حد تک اس میں مشترک اور وہ ان سے مانوس ہو تا کہ فکری و عملی انتشار ختم ہو کر قوم میں ہمدردی و مرکزیت کی روح پیدا ہو۔ پھر ایک مقصد و مرکز کے تحت متحد ہو کر آگے کے مراحل وہ طے کرے۔ اس کے علاوہ ترغیب و ترہیب کے متعلق چند مسلم واقعات کا تذکرہ بھی ضروری تھا۔ جن سے عبرت و نصیحت حاصل ہو اور وہ اندھی تقلید کی بجائے تنقیدی شعور سے کام لینا سیکھے نیز توہم پرستی سے نکل کر حقیقت کو

[23] فقہ اسلامی کی تاریخ اور اصول فقہ، ص62،61،60

پہچانے۔ اس ابتدائی مرحلے میں قرآن حکیم کا جو حصہ نازل ہوا ہے وہ توحید ورسالت 'جزاو سزا' اور عمدہ اخلاق وغیرہ کے بیان تک محدود ہے۔ اس سلسلہ میں جو چیزیں مفید ہو سکتی تھیں۔ مثلاً گزشتہ قوموں کے سبق آموز حالات وواقعات، مذہبی تعلیم کی روح اور الٰہی حکمت سے خود ان کے انحراف کے نتائج وغیرہ' ان کا کبھی اجمالاً تذکرہ ہے۔

بہر حال اس مرحلہ میں جو کچھ بھی بیان ہوا وہ بڑی حد تک قوم کے نزدیک مسلم تھا۔ اس کی اہمیت وافادیت اور اصل حقیقت سے انکار اس کے لیے نہایت مشکل تھا۔

قومی وجماعتی زندگی میں یہی مسئلہ سب سے زیادہ نازک اور اہم ہوتا تھا۔ اسی کی درستگی واستواری پر قوم کی فلاح و کامیابی کا دارومدار ہوتا ہے اور اس میں معمولی کوتاہی کا خمیازہ آخر تک بھگتنا پڑتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ مکی دور کہلاتا ہے۔ قرآن حکیم کا تقریبا30/ 19 حصہ اسی دور کی نوک پلک درست کرنے پر مشتمل ہے۔ اس حصہ میں زیادہ تر چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں اور خطاب عام طور پر "یاایھاالناس" سے کیا گیا ہے۔

2) قوم ایسے مرحلے پر پہنچ گئی تھی کہ اس کی ذہنی فضا بڑی حد تک ہموار اور اخلاقی شعور بیدار ہو چکا تھا۔ حق و باطل میں امتیاز قائم ہو کر حق اپنی علیٰحدہ تنظیم کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا اس حالت کے لیے تفصیلی احکام کی ضرورت اور زندگی کے مختلف گوشوں سے متعلق بنیادی ہدایات درکار تھیں۔ چنانچہ قرآن حکیم کے اس حصہ میں عموماً زیادہ ایسے ہی مسائل ہیں اور خطاب بھی۔ یاایھاالذین اٰمنوا سے کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ مدنی دور کہلاتا ہے اور اس دور کی آیتیں زیادہ تر طویل اور تفصیلی ہدایات پر مشتمل ہیں۔[24]

قرآن مجید میں مذکورہ آیات کے بارے میں مغربی دنیا میں یہ غلط فہمی بھی پائی جاتی ہے کہ قرآن مجید میں مکی سورتوں اور مدنی سورتوں کی تقسیم میں ایک خلا پایا جاتا ہے۔ اول الذکر کی آیات اور نوعیت کی ہیں جبکہ مؤخر الذکر میں دیگر نوعیت کی ہیں۔ اس نوعیت کی تقسیم پر اعتراض قرآن مجید کو ارتقاء کے پہلو سے سمجھنے کا ہے۔ اگر اس اعتراض کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ عہدِ پیغمبر ﷺ میں تیئیس سال کا عرصہ ایسا مبارک دور ہے جس میں قیامت تک کے انسانوں کی رہنمائی کا ساماں موجود ہے۔ دونوں مغربی اسکالرز اس وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہوئے کہ انہوں نے مکی اور مدنی دور کو صحیح انداز سے نہیں سمجھا۔

قرآن عظیم خود اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ اس کی تنزیل کا مقصد انسانی معاشرہ کی اصلاح ہے۔ اسلام نے جاہلیت (ماقبل اسلام) کے تمام رسوم ورواج کو باطل یا منسوخ نہیں کیا بلکہ اس نے بدعنوانی وخیانت کے ہر پہلو کو ختم کر دیا اور

[24] فقہ اسلامی کی تاریخ اور اُصول فقہ، ص70، 69

ایسے تمام رسوم ورواج باطل قرار دیے جو معاشرہ کے لیے مضرت رساں تھے۔ اسلام نے سود کو حرام ٹھہرایا کیونکہ اس سے معاشرے کے کمزور افراد کا استحصال کیا جاتا ہے۔ بدکاری کو حرام قرار دیا کیونکہ اس سے عورتوں کی بے حرمتی ہوتی ہے اور خاندان برباد ہوتا ہے۔ شراب کو بھی حرام قرار دیا کیونکہ اس سے جسمانی نفسیاتی معاشرتی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جن سے فرد اور معاشرہ دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔ تجارت کے طریقوں کی اصلاح کی گئی اور تجارت کو باہمی رضامندی کا پابند بنایا گیا نیز ایسے تمام کاروبار ممنوع قرار دیے گئے جن میں فریب کاری کا عنصر شامل ہوتا ہے۔ شادی بیاہ کے طریقوں میں بھی اصطلاح کی گئی کچھ باتوں کو درست تسلیم کی گیا جبکہ بعض کو باطل ٹھہرایا گیا کیونکہ وہ بدکاری یا اس جیسے امور کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ طلاق کے حق کو تسلیم کیا گیا لیکن طلاق دیے جانے کی تعداد کو محدود کر دیا گیا[25]

قرآن مجید کے احکامات کے بیان میں معروف کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یعنی بعض معاملات معاشرے کے رواج اور دستور کی روشنی میں مرتب کیے گئے ہیں۔ اس کی بہترین مثالیں بیویوں کے مہر، نان ونفقہ، خواتین کو اپنے نکاح کو استعمال کرنے، بچے کو دودھ پلانے کی اجرت، اور یتیم کے مال کے بارے میں (سرپرست کے حق)۔ یعنی ان معاملات کا فیصلہ معروف کے مطابق کیا جائے۔ اور اسی طرح دیت اور وراثت کے معاملات میں مکمل قوانین مذکور ہیں۔

ڈاکٹر محمد مصطفی الاعظمیؒ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے مطالعے سے اور مختلف آیات کی روشنی میں ایک بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ نے قانون سازی یعنی تشریع کا حق اپنے لیے خاص کر لیا اور نبی ﷺ کو اس تشریع کے نفاذ کا حق دے دیا، دوسرا یہ کہ اللہ نے زندگی کے تمام معاملات میں اپنے احکام کی بجا آوری لازم قرار دے دی، تیسرا یہ کہ اسلامی شریعت زندگی کے ہر معاملے میں شامل ہے اور آخری بات یہ کہ خدا کے نازل کیے ہوئے احکامات میں کسی کو بھی تبدیلی یا تغیر کا حق حاصل نہیں۔

قرآن مجید کے بالاستیعاب مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ قرآن مجید میں چھ طرح کے احکامات پائے جاتے ہیں۔

1۔ عبادت میں ایک رکن زکوۃ ہے جس کا تعلق مالیات اور مالیاتی امور سے ہے۔

2۔ دین کی اشاعت کی غرض سے جہاد جس میں ضمناً حکومت کے قوانین اور ضابطے شامل ہو جاتے ہیں۔

3۔ معاشرتی نظام، اس میں فرد اور خاندان دونوں شامل ہیں۔

4۔ کھانے پینے کے آداب واحکام۔

5۔ معاملات و حقوق سے متعلق احکام۔

---

[25] فقہی مذاہب کا ارتقاء، ص21

6۔ جرائم اور ان کی سزائیں۔

ایک فہرست دی جارہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا تعلق زندگی کے ہر شعبے سے پایا جاتا ہے۔ عبادات سے متعلق 89 آیات، جہاد اور ملکی قانون سے متعلق 74 آیات، معاشرتی نظام سے متعلق 121، آداب طعام سے متعلق 40، بیوع سے متعلق 13، جنایات سے متعلق 9، قضا سے متعلق 9، شہادت سے متعلق 7، عقوبات مالی وبدنی سے متعلق 24 آیات پائی جاتی ہیں۔[26]

مذکورہ بالا مباحث سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مغربی اسکالر یعنی وائل حلاق نے قرآنی قانون سازی کے بارے میں اپنے مطالعے کے نتائج پیش کیے، تو راقم نے تین پہلوؤں تک اس بحث کو محدود رکھا کہ قرآن قانون کی کتاب ہے یا اخلاق کی یا دونوں کا مجموعہ ہے۔ کیا اس میں اخلاقی تعلیمات زیادہ ہیں یا قانون کے احکامات زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اگر قانون کی کتاب ہے یا اس میں قانون کے بارے میں احکامات زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں؟ اگر قانون سے متعلق کتاب ہے تو اس کو قانونی مقام کب حاصل ہوا؟ کیا مکہ کے ابتدائی دور میں اس کو قانونی مقام مل گیا تھا یا بعد کے دور میں ایسا ہوا؟ بعد کے دور سے مراد مدنی دور ہے یا خلفائے راشدین یا بنو امیہ کے دور میں؟ اگر یہ قانونی نوعیت کی کتاب ہے تو اس میں فقہی اور قانونی نوعیت کی آیات کی تعداد کتنی ہے؟ پانچ سو مخصوص ہیں؟ یا اس میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے؟ ذیل میں انہیں سوالات کا پیشِ نظر رکھتے ہوئے وائل حلاق کے نظریات کا جائزہ لیا گیا اور اس کے اس دعویٰ کو پیشِ نظر رکھا گیا کہ اس نے مغربی علماء یا مستشرقین کی پھیلائی گئی غلط فہمیوں کو کس طرح دور کرنے کی کوشش کی یا اس نے روایتی مسلم دنیا اور مستشرقین کے مابین کس طرح تیسرا راستہ دریافت کیا ہے؟

وائل حلاق نے قرآن کے بارے میں اپنی پوزیشن ان الفاظ میں واضح کی کہ قرآن مجید عہدِ رسالت مآب ﷺ میں نازل ہوا اور اس میں ان واقعات کا تذکرہ پایا جاتا ہے جو رسالت مآب ﷺ کے دور میں وقوع پذیر ہوئے اسی لیے میں قرآن کے متن کے بیان کو صحیح تسلیم کروں گا۔ پھر قرآن اور قانون کے آپس میں تعلق کو بیان کیا کہ اس کتاب کو الہامی حیثیت ہونے کے باوجود مذہبی اور اخلاقی حیثیت بھی حاصل ہے اور یہ کتاب قانون بھی بیان کرتی ہے اور اس میں اخلاقی نوعیت کی تعلیمات بھی مذکور ہیں اور اسی طرح قیاسی نوعیت کے احکامات بھی پائے جاتے ہیں۔ اور اس نے تسلیم کیا ہے قرآن مجید مکی دور کے

[26] اعظمی، محمد مصطفی، ڈاکٹر، شاخت اور حدیث نبوی، (مترجم) حافظ محمد عمیر الصدیق دریابادی ندوی، مشمولہ اسلام اور مستشرقین، انڈیا، دار المصنفین، 2012، جلد ششم، ص 90۔93

اوائل میں بھی اسلامی قانون کا ماخذ رہا ہے اور اس مقدمے کے حق میں بڑے زبردست دلائل اور شواہد موجود ہیں لیکن موصوف اس معنیٰ میں مکی زندگی میں اس کو ماخذ اول نہیں سمجھتا جس طرح ایک مسلمان اس کتاب کو قانون سازی کے میدان میں تدریجی پہلو سے دیکھتا ہے۔ وائل حلاق قرآن مجید کے قانونی پہلو کے بارے میں قرآن مجید کی حیثیت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ قدیم اور جدید اسکالرز دونوں اتفاق کرتے ہیں کہ اس کتاب میں قانون سے متعلق500 ایسی آیات پائی جاتی ہیں جو قانون کو بیان کرتی ہیں۔ اور اگر ان تمام آیات کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ تھوڑی سی آیات قانونی مسائل پر بحث کرتی ہیں۔ مذکورہ بالا تین مباحث سے یہ نکتہ واضح ہو رہا ہے کہ موصوف قرآنی قانون سازی کے بارے میں مستشرقین سے بڑا واضح نوعیت کا اختلاف کرتا ہے جبکہ مسلم علمی دنیا سے کم اختلاف کیا ہے۔